پروفیسر محمد اکرام تائب

رنگِ سخن

مسائل ہی مسائل ہو گئے ہیں
بہت کم اب وسائل ہو گئے ہیں
جو کل تک دشمنِ جاں تھے ہمارے
ملی کرسی تو "لائل" ہو گئے ہیں
وہ جن کو زُہد کا تقویٰ بہت تھا
نظر ملتے ہی گھائل ہو گئے ہیں
بناوٹ نو جواں چہروں کی توبہ !
سبھی فلمی رسائل ہو گئے ہیں
وہ جن کو زندگی ہم نے عطا کی
وہی راہوں میں حائل ہو گئے ہیں
فقیہہ و صوفی و زاہد بھی تائب
ترے ہاتھوں "سپائل" ہو گئے ہیں

جب اُن کو لئے ہاتھ میں نسوار ملیں گے
اک بار تو کیا ہم سے وہ سو بار ملیں گے
کہنے کو تو ہر شخص ہی مجنُون ہے، ولیکن !
ٹُھوں دینے کو ہم سے ہی گنہگار ملیں گے
اس دل کا کوئی مول نہ پُوچھے گا جہاں میں
بکرے کے مگر سارے خریدار ملیں گے
محشر کا سماں ہو گا جہاں رات گئے تک
پھر دن کو تو بند آپ کو بازار ملیں گے
تم شہر غریباں میں کبھی آؤ تو دیکھو
ہر گھر میں ہی کھنڈرات کے آثار ملیں گے
میداں میں مرے ساتھ نہ ٹھہرے گا کوئی بھی
ہوٹل میں مگر آپ کو سب یار ملیں گے
اس شہر میں اب بچ کے کہاں جاؤ گے تائب
ہر گھر میں چھُپے سینکڑوں خرکار ملیں گے

جو مُرشد کی نظر کرم ہم نے پائی
دقائق، غوامض کئی ہم نے پائے
بس اک التجا ہے یہ پیرِ مُغاں سے
وہ اک جام وحدت کا ہم کو پلائے
کبھی چشم دل وا جو کی ہم نے ثاقب
زمیں آسماں اک نظر میں سمائے

ثاقب چوہان